(قسط۳۴) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

(۶۸،۱۹۶۷ء کی ڈائری)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ'تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

والد ماجد نے حضرت غورغشتوی کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں اور سینہ پر پھرایا:

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتوی ۲۵ محرم بروز ہفت مطابق ۶ رمئی ۱۹۶۷ء ساڑھے تین بجے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم کے دفتر میں گھنٹہ دو گھنٹہ آرام کیا۔تحیۃ الوضوء کے بعد والد صاحب ان کے قریب مودبانہ دوزانوں بیٹھے' پھر آپ نے ان سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھروایا، والد گرامی کے سینہ قلب اور آنکھوں پر ہاتھ دیر تک پھیرتے رہے اور دعائیں دیتے رہے، اس وقت آپ پر ایک خاص رنگ چڑھا تھا اور دونوں حضرات انتہائی خشوع میں ڈوب گئے تھے۔حضرت غورغشتوی نے نماز عصر پڑھائی۔بعد از نماز عصر شیخ الحدیث کو والد ماجد نے مسجد کا اندرونی حصہ دکھایا۔دیر تک مسجد میں دعائیں کرتے رہے اور یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ ہماری جگہ کو بھی (غورغشتی کی درسگاہ) اپنے دینی چرچوں سے آباد رکھ اور ویران نہ فرما۔(امین)

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بڑی ہمشیرہ محترمہ زینب کی خالہ زاد جناب چاند بادشاہ سے شادی:

۱۹/نومبر ۱۹۶۷ء: بڑی ہمشیرہ محترمہ زیب بنت الشیخ عبدالحق مدظلہٗ کی شادی خالہ زاد بھائی جناب میاں چاند بادشاہ ولد میاں مطلب شاہ صاحب جہانگیرہ سے بروز اتوار ۱۶/شعبان ۱۳۸۷ء بمطابق ۱۹/نومبر ۱۹۶۷ء کو ہوئی تقریب نکاح بعد از نماز عصر قدیم مسجد میں انجام پائی نکاح حضرت مولانا لطف اللہ جہانگیروی فاضل دیو بند نے پڑھایا شہادت دونوں ماموں صاحبان، مولانا سیف الرحمٰن و مولانا عبدالحنان فاضل اورتفویض (ولایت) والد صاحب کے چچا جناب عبدالرحمٰن صاحب نے انجام دی برات میں جہانگیرہ سے کوئی ڈھائی سوافراد آئے۔

۱۹۶۸ء کی ڈائری:

نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب:

جنوری ۱۹۶۸ء۔۱۰شوال سے دارالعلوم میں نئے تعلیمی سال کیلئے داخلے شروع ہوئے۔طلبہ کے ہجوم اورکثرت کی وجہ سے مقررہ تعداد پوری ہونے پر داخلہ جلد بند کرنا پڑا۔۴۰۰ طلباء کا داخلہ ہوا۔

امسال دارالعلوم میں طلباء کی علاقائی تفصیل:

اس سال دارالعلوم کے شعبہ عربی میں پاکستان کے۴۱۲ طلباء نے داخلہ لیا جن میں سے تقریباً ۱۲۰ طلباء دورہ حدیث میں شریک ہیں۔ان طلباء کی علاقائی تفصیل درج ذیل ہے۔

پشاور۳۱۔ مردان۴۲۔کوہاٹ۸۔بنوں ۲۲۔ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۔ کوئٹہ۵۔ لورالائی۱۸۔ قلات۲۔ ژوب۱۰۔وزیرستان۱۶۔ تیراہ۵۔ چکیسر۴۔دیرسٹیٹ ۲۳۔سوات ۷۔بنیر۳۔کوہستان۸۔ ہزارہ ۱۹۔ باجوڑ ۱۱۔میانوالی۱۔ کیمبلپور۳۔مہمندایجنسی۶۔(افغانستان) خوست ۱۸۔ قندہار۳۲۔ نورستان ۲۔ ننگرھار۱۳۔ غزنی ۸۔ترکستان ۳۔بدخشاں۴۔لغمان ۲۰۔گردیز ۱۵۔ جلال آباد ۲۰۔پران ۸۔ ہرات۵۔(تھائی لینڈ)۱۔کل تعداد......۴۱۲ طلباء۔

۲۱ شوال کوختم قرآن پاک اور شیخ الحدیث کے درس ترمذی سے تعلیم کا آغاز کیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولانا ابراہیم بلیاوی کی رحلت پر اظہار افسوس:

حضرت شیخ الحدیث والد ماجد نے استاد العلماء حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے علمی مناقب پر روشنی ڈالی۔آخر میں ان کے حق میں رفع درجات کے لئے دعا کی۔اس موقع پر حضرت شاہ وصی اللہ الہ

آبادی اور حضرت مولانا عبدالحکیم بادشاہ صاحب سکنہ بام خیل کی وفات پر بھی اظہار افسوس فرمایا اوران کے لئے بھی ایصال ثواب کیا گیا۔

سفر مشرقی پاکستان:

۲۲رفروری ۱۹۶۸ء: جناب حاجی بشیر الدین بوگرہ کی خواہش واصرار اور تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ (جوایک قومی ادارہ تھا) کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث کو پہلی بار مشرقی پاکستان جانا ہوا راقم الحروف بھی اس پورے سفر میں ساتھ تھا۔۲۲رفروری کوساڑھے نو بجے پشاور سے بذریعہ جہاز روانگی ہوئی لاہور سے ڈھاکہ کا جہاز بوجہ ہمارے لیٹ ہوجانے کے جاچکا تھا اس لئے رات لاہور ٹھہرنا پڑھا، وہاں پی آئی آے کمپنی نے انٹرنیشنل ہوٹل میں قیام کا انتظام کیا تھا مگر حاجی محمد فاضل صاحب فاضل سنز کے اصرار پر انکے ہاں رات گزاری۔

۲۳رفروری: ۲ بجے ڈھاکہ پہنچے الہلال ہوٹل میں دیگر علماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت مولانا حامد میاں حضرت مولانا مجاہد الحسینی، حضرت مولانا عبدالقادر آزاد کے ساتھ قیام کیا۔۲۴رفروری کو عصر اور مغرب کے درمیان جامع مسجد بیت المکرّم میں حضرت والد صاحب کی تقریر ہوئی جبکہ عصر سے قبل میری تقریر ہوئی اس دن دس بجے مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ کی دعوت پر مدرسہ جانا ہوا استقبالیہ تقریب میں حضرت والد صاحب نے بھی تقریر کی۔

۲۵رفروری: جامعہ قرآنیہ لال باغ سولائشن پی آئی اے کے اجتماعات میں شمولیت کی رات کو انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ ہال میں اجتماع سے حضرت والد صاحب نے اختتامی تقریر کی۔۲۶رفروری کو صبح گاڑی سے میمن سنگھ روانگی ہوئی۔

راستہ میں غفار گاؤں اسٹیشن پر وہاں کے لوگوں نے والہانہ استقبال کیا دوپہر سے قبل میمن سنگھ پہنچے جامع مسجد میمن سنگھ میں ظہر کے بعد عصر تک حضرت والد صاحب کی تقریر ہوئی عصر کے بعد حضرت مولانا شمس الحق افغانی کا خطاب ہوا اجتماع میں ۳۰ سے ۴۰ ہزار تک افراد نے شرکت کی اس دوران دارالعلوم میمن سنگھ جانا ہوا شہر کی سیر بھی کی شام کے بعد ریل گاڑی سے ڈھاکہ واپسی ہوئی قیام نواب باڑی ''حسن منزل'' میں خواجہ انیس اللہ صاحب کے مکان پر ہوا یہ سب افراد اسٹیشن پر لینے آئے تھے ۲۷رفروری کو صبح دس بجے ڈھاکہ سے بذریعہ طیارہ سلہٹ روانگی ہوئی ساڑھے دس بجے سلہٹ پہنچے ہوائی اڈے پر جناب شیخ عبدالکریم صاحب امیر جمعیت علماء اسلام کی سرکردگی میں حضرت شیخ مدنیؒ کی مجازین کے علاوہ اور بے شمار معززین

موجود تھے ہوائی اڈہ سے شہر تک کاروں بسوں رکشوں کے ایک بڑے جلوس میں جناب ایم سلیمان خان (جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے عشاق میں سے ہیں) کے مکان پر آکر ٹھہرے ظہر کی نماز درگاہ شاہ جلال یمنی کی مسجد میں پڑھی اور ملحقہ مدرسہ میں تھوڑی دیر بیٹھے اساتذہ اور طلبہ کا ہجوم تھا ساڑھے تین بجے سار دھاہال چلے گئے۔

علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں سے ہال کے دونوں منزل کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے احقر کی تقریر آدھ گھنٹہ تک صورت اور سیرت کے موضوع پر ہوئی اس کے بعد حضرت والد صاحب کی تقریر عصر تک ہوئی عصر کے بعد مولانا افغانیؒ کی تقریر ہوئی شام کی نماز نئی سڑک کی اس مسجد میں ہوئی جس میں حضرت مدنیؒ نے ہمیشہ قیام فرمایا مغرب کے بعد حضرت والد صاحب حضرت مدنیؒ کے حجرہ مطہرہ میں کافی دیر تک مراقبہ میں رہے دیگر حضرات بھی کثیر تعداد میں وہاں سمٹ کر بیٹھ گئے والد صاحب پر رقت طاری ہوئی اور کافی دیر تک تمام حاضرین سمیت روتے رہے حضرت والد گرامی نے حضرت مدنی کا جائے نماز سر اور آنکھوں پر رکھا اور حضرتؒ کے خاص خادم ابراہیم صاحب سے کافی دیر تک معلومات لیتے رہے۔

عشاء کے بعد بذریعہ ٹرین چٹا گانگ روانگی ہوئی صبح ۸/ بجے چٹا گانگ پہنچے جناب حاجی بشیر الدین بوگرہ، جناب جمیل الدین صاحب کی منزل میں قیام کیا اور تھوڑی دیر آرام اور ناشتہ کے بعد ہاٹ ہزاری روانہ ہوئے ظہر کی نماز کے بعد وہاں دوستوں اور اساتذہ نے سپاسنامہ پیش کیا ہر دو حضرات کی تقریریں ہوئی مولانا افغانی نے درس بخاری کا افتتاحی درس دیا وہاں سے واپسی میں چٹا گانگ سے ہوتے ہوئے مدرسہ ضمیر یہ پٹیہ کی دعوت پر وہاں گئے یہاں بھی طلباء و اساتذہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی دوپہر کا کھانا یہاں تھا نماز ظہر کے بعد مسجد ہال میں استقبالیہ تقریب ہوئی عصر کے بعد متصل واپسی ہوئی شام کی نماز بندرگاہ میں پڑھی اور ایک بحری جہاز کے نوجوانوں کی خواہش پر جہاز میں نماز پڑھی گئی شام کے بعد مسلم انسٹیٹیوٹ ہال کی اجتماع میں شرکت کی اور حضرت والد صاحب کی ایمان پرور تقریر ہوئی صدر جلسہ پرنسپل رضاء الکریم صاحب نے تقریر کا خلاصہ بنگلہ میں بیان کیا ساڑھے دس بجے رات تک جلسہ جاری رہا۔

۲۹ فروری: کو صبح ڈھاکہ بذریعہ ٹرین واپسی ہوئی ڈھاکہ میں نواب باڑی والی منزل میں قیام ہوا۔

یکم مارچ کو دیگر حضرات وطن واپس تشریف لے گئے اور اہل خانہ کے اصرار پر والد صاحب ٹھہر گئے مگر مغرب سے قبل جناب جمیل الدین صاحب ٹھٹھہ اور جناب مجتبیٰ احسن صاحب کے مکان پر جانا ہوا۔

آیت انا عرضنا الامانۃ الخ اور ایک حدیث کی نہایت عالمانہ تشریح کی دعوت میں کافی معززین

موجود تھے عشاء کی نماز کے بعد نواب باڑی جامع مسجد میں ڈھائی گھنٹے تقریر فرمائی ۲ مارچ از ظہر چار بجے مجتبیٰ احسن صاحب ایس ای اکبر ڈائریکٹر سٹیٹ بینک حاجی صاحب ایڈیٹر انگریزی ماہنامہ مولانا محی الدین صاحب ومیزبان کی معیت میں سنار گاؤں (قدیم دارالخلافہ) دیکھنے گئے اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی یہاں سے قریب سلطان بلبن کا مزار بھی نظر آیا دریا ستیا لکھی کاروں سمیت لانچ میں عبور کرنا پڑا عصر کی نماز یہاں پڑھی شام کی نماز کبیر صاحب کی دعوت پر ان کے مکان میں پڑھی انہوں نے اپنا چڑیا گھر دکھلایا اور چائے کی دعوت ہوئی ہرن کی کھال تحفہ میں پیش کی رات نواب باڑی میں ٹھہرے اور آخر وقت تک پورے خاندان کے مجمع میں نہایت علمی اور حکیمانہ باتیں رہیں۔

۳ / مارچ: ۳ بجے ڈھاکہ ائیر پورٹ سے روانگی ہوئی خواجہ خاندان کے اکثر افراد مولانا محی الدین مجتبیٰ حسن وغیرہ حضرات نے الوداع کہا مشرقی پاکستان میں یہ تمام دن وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ میں نہایت مصروفیت کے ساتھ گزارے بے شمار علماء ہر جگہ دیو بند کے زمانہ کے تلامذہ اور کافی فیض یافتہ ہر جگہ پہنچے۔ شام کو لاہور سے خیبر میل سے روانہ ہو کر ۴/ مارچ ۶۸ء کو صبح بخیریت گھر پہنچے ولله الحمد والمنه

مشرقی پاکستان حال بنگلہ دیش کے سفر کے بارہ میں تاثرات: (ماہنامہ الحق کا اداریہ)

پچھلے ماہ راقم کو وطن عزیز کے مشرقی حصہ مشرقی پاکستان جانے اور آٹھ دس دن تک وہاں کے مسلمان بھائیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ڈھاکہ کے چند اہل خیر اور دینی درد رکھنے والے حضرات (جن میں حاجی بشیر الدین بوگرہ اور ان کی فرم جمیل الدین لمیٹڈ پیش پیش تھے) کی خواہش تھی کہ ملک کے مغربی حصہ کے علماء اور اکابر یہاں تشریف لا کر مسلمانوں کو اپنے خیالات سے محظوظ کریں، اس خواہش میں یہ جذبہ بھی شامل تھا، کہ دونوں حصوں کے اہل علم کا باہمی تعاون ہو اور یہاں کے دینی عواطف، ملی احساسات اور جذبات کا مشاہدہ بھی ان علماء کو ہو سکے۔ دینی جذبات سے معمور ان حضرات نے تعلیم القرآن سوسائٹی کے نام سے ایک خالص قومی تبلیغی ادارہ قائم کیا ہے اور اس انجمن کی طرف سے انہوں نے قرآنی تعلیمات پر اجتماعات کا پروگرام بنایا اور مشرقی ومغربی پاکستان کے چند علماء کو دعوت دی چنانچہ اس دعوت پر مغربی پاکستان سے حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ، مولانا عبید اللہ انور انجمن خدام الدین لاہور، مولانا حامد میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور، مولانا مجاہد الحسینی لائل پور، مولانا عبدالقادر آزاد بہاولپور۔ ۲۲ فروری کو ڈھاکہ تشریف لے گئے مدعوین میں سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ اور

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کراچی بوجہ سفر حج یہ دعوت قبول نہ کر سکے۔ وہاں کے بعض مخلص احباب نے ایک طالب العلم کی حوصلہ افزائی کے طور پر ناچیز کو بھی دعوت دی اور بطور ادنیٰ خادم کے مجھے اس سفر میں دینی اجتماعات کی شمولیت، حضرات اکابر کی رفاقت، اور وہاں کے اہل علم، دینی اداروں اور پہلی بار وطن عزیز کے ایک مردم خیز، زرخیز، دینی احساسات اور سیاسی بیداری سے مالا مال خطہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس مختصر دورہ میں ہر جگہ ان حضرات نے اپنے گہرے نقوش اور اثرات چھوڑے۔ حضرت علامہ افغانی کی علمی شخصیت اسلام کے نشاۃ ثانیہ اور اتحاد بین المسلمین پر انکی پُر مغز تقاریر، حضرت مولانا انور کی بے مثال تواضع، کریمانہ اخلاق، مولانا حامد میاں صاحب کی پُر وقار شخصیت، مولانا مجاہد الحسینی کا سیاسی شعور اور آزاد صاحب کی شعلہ بیانی سے ہر جگہ لوگوں نے گہرا اثر لیا۔ تعلیم القرآن سوسائٹی کے فعال اور سرگرم کارکن مولانا محی الدین خان صاحب کی رفاقت اور مدبرانہ رہنمائی پورے سفر میں حاصل رہی اس سفر میں وہاں کی دینی، سیاسی اور اقتصادی زندگی کے جو گوشے کچھ نہ کچھ سامنے آئے، اُن مشاہدات اور تاثرات کی یہاں گنجائش نہیں۔ سفر کا مختصر حال یہ ہے کہ ۲۳ اور ۲۴ فروری کو سوسائٹی کے زیر اہتمام ڈھاکہ کی وسیع اور پر شکوہ جامع مسجد بیت المکرّم میں عام اجتماعات ہوئے، علماء کرام نے اردو اور بنگلہ میں قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ حالت پر روشنی ڈالی ان اجتماعات میں ڈھاکہ کے لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ۲۵ فروری کی ظہر کو ڈھاکہ کے سب سے بڑے آڈیٹوریم انجینرنگ انسٹی ٹیوٹ ہال میں اجتماع ہوا جس میں ڈھاکہ کے معززین شرفاء اور فہمیدہ حضرات مدعو تھے۔ اس مجلس میں قرآن کریم پر کچھ مقالے پڑھے گئے اور چند تقریریں ہوئیں، ان ہی ایام میں ڈھاکہ کے کئی علمی اور دینی اداروں میں بھی انکے منتظمین کی خواہش پر جانا ہوا، مدرسہ اشرف العلوم، جامعہ قرآنیہ لال باغ، مدرسہ امداد العلوم، ادارہ المعارف جو ڈھاکہ جیسے مرکزی شہر کے علمی اور دینی مراکز ہیں اور ہر لحاظ سے مرکز کے شایان شان اور اس خطہ کی دینی روایات کے آئینہ دار ہیں۔ ان اداروں میں استقبالیہ تقریبات ہوئیں، اساتذہ وطلباء اور منتظمین نے نہایت خلوص اور محبت کا مظاہرہ کیا، اور تقریباً ہر ادارہ میں حضرت شیخ الحدیث اور حضرت افغانی صاحب نے خطاب فرمایا۔ مشرقی پاکستان کے دیگر علاقوں میں بعض مدارس عربیہ، اور دینی ملی اداروں اور اہل علم حضرات نے تعلیم القرآن سوسائٹی کی وساطت سے ان حضرات کی زیارت اور ان کے خیالات سے مستفید ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ چنانچہ ڈھاکہ کے سہ روزہ پروگرام کے بعد ۲۶ تاریخ کو بذریعہ ٹرین میمن سنگھ جانا ہوا۔ مولانا فیض

الرحمان صاحب جو پورے ضلع میں اثر ورسوخ اور دینی اعتماد رکھنے والے بزرگ ہیں، نے جلسے کا انتظام فرمایا تھا۔راستہ میں اور پھر میمن سنگھ میں مسلمانوں کی محبت اور علماء سے گرویدگی قابل دید تھی۔ظہر کے بعد شہر کی جامع مسجد میں جلسۂ عام تھا، سامعین کا ایک سیلاب تھا جو دور دراز سے آمڈ ایا تھا۔اندازاً تیس چالیس ہزار کا مجمع تھا جو عشاء تک پورے اطمینان سے جما رہا۔یہاں تھوڑی دیر کیلئے مولانا نورالدین صاحب کی دعوت پر مہمانوں کو دارالعلوم میمن سنگھ بھی جانا ہوا اور مدرسہ کے نظم ونسق سے سب متاثر ہوئے، رات کو میمن سنگھ سے ڈھاکہ واپس ہوئے۔ ۲۷ کی صبح کو بذریعہ طیارہ ڈھاکہ سے سلہٹ جانا ہوا۔سلہٹ بنگال میں اپنے وقت کے سرتاج اولیاء حضرت شاہ جلال مجرد یمنیؒ کا مدفن اور قریبی زمانہ میں تقریباً نصف صدی تک قطب وقت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی خصوصی توجہات اور عنایات کا مرکز رہا ہے۔حضرتؒ کی مسیحائی کے اثرات چپہ چپہ سے نمایاں ہیں۔اہل علم اور اکابر دیو بند سے گرویدگی اور مہمانوں سے جو محبت یہاں دیکھنے میں آئی وہ بے نظیر تھی۔ہوائی اڈا پر استقبال کرنے والے بیشمار لوگوں میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے کئی خلفاء اجل بھی جمعیۃ العلماء اسلام مشرقی پاکستان کے امیر حضرت مولانا شیخ عبدالکریم کی سرکردگی میں موجود تھے۔یہاں کی جمعیۃ بڑی فعال منظم اور سرگرم ہے۔ہوائی اڈا سے شہر تک چھ میل کا طویل راستہ ان اکابر کے متعلق ترحیبی نعروں، اسلام اور جمعیۃ العلماء اسلام زندہ باد اور اسلامی آئین کے مطالبوں سے گونج اٹھا۔

جس علم دوست بزرگ کے مکان پر قیام تھا۔ایم سلیمان خان صاحب، حضرت شیخ مدنیؒ کے دیرینہ خدام اور عشاق میں سے تھے اور ان کا وجود اصلاح نفس وتزکیۂ اخلاق میں حضرت مدنیؒ کا ید طولیٰ رکھنے کا بین ثبوت تھا۔دنیاوی وجاہت اور ثروت بے شمار حشم وخدم کے ہوتے ہوئے وہ اپنے ہاتھوں سے علماء کے لئے کھانا تیار کررہے تھے اور سارا خاندان بچھا جارہا تھا جس کو دیکھ کر **من تواضع للّٰہ رفعهُ اللّٰہ**۔کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، ظہر کی نماز حضرت شاہ جلال یمنیؒ کی مسجد میں پڑھی گئی اور تھوڑی دیر کیلئے درگاہ سے ملحق مدرسہ کی دعوت پر مدرسہ میں بھی جانا ہوا۔تین بجے جمعیۃ العلماء کی طرف سے حضرت مولانا الشیخ عبدالکریم صاحب امیر جمعیۃ کی صدارت میں سارد ہا ہال میں جلسۂ عام شروع ہوا۔اجتماع کا یہ عالم تھا کہ آغاز جلسہ سے پہلے ہی ہال کی دونوں منزلیں کھچا کھچ بھر گئی تھیں، اور باہر احاطہ میں لوگوں کے ہجوم میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے بے چینی اور اضطراب میں بھی اضافہ ہوتا جارہا تھا۔چنانچہ منتظمین کو جلسہ ہال سے باہر میدان میں منتقل کرنا پڑا۔جمعیۃ العلماء اور دینی مدارس کی طرف سے علماء نے سپاسنامے پیش کئے۔جلسہ میں

اکثریت اہل علم، مشائخ اور دیندار لوگوں کی تھی۔ چنانچہ یہاں علماء کرام کے باہمی ضبط وتنظیم کی ضرورت اور اہمیت پر بھی تقریریں ہوئیں۔ جلسہ شام کی نماز تک جاری رہا۔ شام کی نماز ہم نے نئی سڑک کی اس تاریخ مسجد میں ادا کی جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ ۳۰۔۳۵ سال تک تعطیلاتِ رمضان میں قیام فرماتے اور ارض بنگالہ کے تشنگان رشد و ہدایت کو معارف ربانی اور اپنے انفاس قدسیہ سے سیرابی بخشتے۔ حضرت شیخؒ کی نسبت سے اس مسجد اور ملحقہ حجرہ مبارکہ اس کی سادگی اور ماحول نے ایک عجیب سماں باندھا اور حضرت کے لاثانی ایثار، راہ خدا میں قربانی، جفاکشی اور اصلاح خلق کے لئے بے مثال جدوجہد اور ریاضت کے انمٹ نقوش دل و دماغ پر ابھرے اور بقدر عقیدت اور نسبت ہر ایک کے جذبات میں ایک عجیب تلاطم برپا کر گئے، یہاں کے در و دیوار سے عشق اور فنائیت کی بُو محسوس ہوئی۔ شاید شاعر نے ایسے ہی موقع پر کہا ہو ؎

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف اور زدہ است — ہنوز از سرِ آں بُوئے عشق می آید

یہاں کے سبزہ زاروں اور گھنے جنگلات میں بلبل چہک رہے تھے، جیسے بول رہے ہوں کہ [1]

ع — یہ وہ وادی ہے اے ہمدم جہاں ریحانہ رہتی تھی

سلہٹ کے مختصر قیام میں خلوص و محبت کی بے حساب یادیں اپنے ساتھ لیکر نگاہ حسرت (جو ابھی سیر کہاں ہوئی تھی) ڈالتے ہوئے رات کو بذریعہ ٹرین چٹاگانگ روانہ ہوئے، محبین، مخلصین اور بزرگوں نے جس شوق اور ولولہ سے پذیرائی کی تھی ویسے ہی جذبات محبت سے الوداع کہا۔

۲۸ کی صبح کو ہم چٹاگانگ پہنچے۔ مشرقی پاکستان کے مقتدر اور صاحب خیر بزرگ حاجی بشیر الدین بوگرہ کی فرم جمیل الدین لمٹیڈ کے ہاں قدرے قیام کیا۔ چاٹگام کے مضافاتی علاقوں میں یہاں کے دو عظیم الشان مدارس مدرسہ معین الاسلام ہاٹ ہزاری اور مدرسہ ضمیریہ پٹیہ دیکھنے گئے، ہر دو مدرسے یہاں کے مسلمانوں کے دینی علوم سے شغف کے زندہ نمونے ہیں۔ اول الذکر میں تو بارہ سو تک طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ دیگر مدارس میں بھی طلبہ کی تعداد ۵،٦ سو کے لگ بھگ رہتی ہے۔ بری سرحدات یہاں سے قریب ہونے کی وجہ سے کئی بری طلبہ بھی یہاں تعلیم پاتے ہیں۔ ڈھاکہ، میمن سنگھ، سلہٹ کی طرح یہاں کے مدارس کے کئی اساتذہ اور اکثر علماء حضرت افغانی

---

[1] اس مصرع میں بلاتشبیہ حضرت مدنیؒ کی محبوبیت کی وجہ سے وادئ سلھٹ سے محبت وتعلق کا اظہار مقصود تھا، الحق میں اسے پڑھ کر بعض احباب واکابر مثلاً مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مرحوم اور رفیق عزیز مولانا محمد تقی عثانی مدظلہ نے اسے غیر مستحسن کہا مگر عشق کے عالم میں عارف جامی اور حافظ شیرازی کے پورے دیوان پردۂ مجاز کا سہارا لینے کی اجازت دے رہی ہیں اس وجہ سے یہ مصرعہ برقرار رکھا گیا۔ ع سلام علی نجد ومن حل بالنجد

اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ان کے زمانہ تدریس دارالعلوم دیوبند میں تلمذ حاصل کر چکے تھے۔ ۲۰، ۲۵ سال بعد اپنے اساتذہ سے ملاقات ان حضرات کو عجیب نعمت محسوس ہوئی۔ ہر دو مدارس میں جو چٹا گانگ کی مختلف سمتوں پر واقع ہیں، مختصر استقبالیہ جلسے ہوئے، درس بخاری کے علاوہ تقریریں ہوئیں۔ نماز مغرب کے بعد چٹا گانگ شہر کے تجارتی علاقہ کے وسط میں مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال کے وسیع لان میں جلسۂ عام کا انتظام تھا۔ جناب رضاء الکریم صاحب پرنسپل سٹی کالج چاٹگام کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ رات گئے تک اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی دینی زندگی ورپیش آمدہ مسائل پر تقریریں ہوئیں دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی اردو تقاریر کا خلاصہ بنگلہ زبان میں سنایا گیا خود صدر جلسہ نے یہ ترجمانی بہترین طریقہ سے کی۔

۲۹ فروری کی ظہر کو سب حضرات ڈھاکہ واپس پہنچے واپسی میں ڈھاکہ کے مشہور خواجہ خاندان کی خواہش پر ان کے ہاں احسن منزل نواب باڑی میں قیام رہا۔ اہل علم بالخصوص اکابر دیوبند کے ساتھ اس خاندان کا والہانہ تعلق ہے۔ برصغیر کی مشہور شخصیتوں میں سے حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ مولانا آزادؒ اور دیگر اکابر کا شرف میزبانی اس مکان کو حاصل ہے۔ نواب خواجہ انیس اللہ صاحب اور ان کے تمام خویش واقارب انکساری، خلوص اور محبت کے پیکر ہیں۔ خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم اسی خاندان کے ایک فرد تھے۔ دیگر حضرات یکم مارچ کو ڈھاکہ سے لاہور واپس ہوئے اور حضرت شیخ الحدیث مدظلۂ خواجہ برادری کے اصرار پر دو دن مزید ان کے ہاں ٹھہرے۔

مشرقی پاکستان اولیاء اللہ اور بزرگوں کی سرزمین ہے۔ ۲ مارچ کو ڈھاکہ کی مضافاتی آبادی میر پور میں حضرت شاہ علی بغدادیؒ کے مزار کی زیارت کی نیز ڈھاکہ سے بتیس میل دور قدیم دارالخلافہ ''سنار گاؤں'' بھی گئے۔ یہاں کے قدیم اور بوسیدہ کھنڈرات میں کئی اولیاء اللہ محو استراحت ہیں۔ آبادی سے کچھ دور سلطان غیاث الدین بلبن کا مزار ہے۔ سنار گاؤں میں حضرت شاہ شمس الدین ابوتوامہؒ حضرت مخدوم شرف الدین منیری کی اہلیہ محترمہؒ حضرت ابراہیم دانشمندؒ حضرت یوسف دانشمندؒ حضرت شاہ کامل شاہؒ اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۳ مارچ کو بوقت ظہر ڈھاکہ سے روانہ ہو کر عصر سے قبل لاہور پہنچے، اس پورے سفر میں جس چیز نے سب کو بے حد متاثر کیا وہ یہاں کے عام مسلمانوں کا دینی جذبہ، اسلام سے گرویدگی اور تعلق تھا۔ مساجد، مدارس اور علماء کی اتنی کثرت بمشکل دوسرے علاقوں میں ہوگی، بعض حضرات نے بتلایا کہ صرف مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے علماء کی تعداد ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اگر یہ طاقت منظم اور مربوط ہو کر زیادہ جوش وخروش سے دینی میدانوں میں اُترے تو ساری دینی مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔ لوگوں کے دین ذوق وشوق اور ولولہ کا نتیجہ تھا کہ اُردو نہ سمجھنے والے بھی گھنٹوں سکون اور عقیدت سے

جلسوں میں بیٹھے رہتے۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں باہمی تعاون اتحاداور مکمل یگانگت کی ضرورت پر مشتمل تقریریں بھی ان لوگوں نے بڑی دلجمعی سے سنیں، جبکہ یہاں یہ چیز مادی یا سیاسی مقاصد پر استوار تقریبات میں دیکھنے میں نہیں آتی جس سے یہ حقیقت اور بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس ملک کا اتحاد، استحکام اور باہمی ربط وتعلق صرف اور صرف اسلام، اسلامی اقدار اور دینی روابط ہی کے ذریعہ ممکن ہے اور یہ چیز تب حاصل ہوگی کہ مرکزی قوت خوداس لحاظ سے اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔جو تعلق عقیدہ پرمبنی ہواس کی جڑیں دلوں کے اندر جاگزین ہوتی ہیں۔ دیگر امور، ذرائع اور وسائل سے استحکام کی کوششیں دونوں ملکوں کے مواصلاتی نظام کی طرح نقش برہوایانقش برآب ثابت ہوسکتی ہیں۔فانی رشتے فانی اورتغیر پذیر ہیں۔اسلام ہی ایک ایسی قوت ہے جس نے برصغیر کے پراگندہ مسلمانوں کو ناقابل شکست طاقت بنایا تھا اورآج بھی یہی طاقت مشرق ومغرب کوایک لڑی میں پروکراپنے نام لیواؤں کو جسدِ واحد بناسکتی ہے۔حیرت ہے کہ بعض لوگ مغربی تہذیب کے شجرۂ خبیثہ کے سایہ میں بیٹھ کراپنی بقاء ترقی اور استحکام کیلئے کیسے کیسے طریقے سوچ رہے ہیں۔عورتوں اور مردوں کے باہمی اختلاط اوررقص وسرور کی تقریبات کے ذریعہ ہرگز جغرافیائی اورقومی امتیازات مٹائے نہیں جاسکے۔تاریخ کے ہر دور میں یہ حد بندیاں صرف اسلام ہی سے مٹ سکی ہیں۔

دوسری چیز جو یہاں کے دینی تصلب کی آئینہ دار ہے وہ یہ تھی کہ ڈھاکہ، چٹاگانگ جیسے اہم شہروں کی شاہراہوں اورگلیوں میں ہمیں عریانی اور بے پردگی اورلباس وعادات واطوار میں یورپی فیشن کی وہ وبا نظر نہ آئی جو بدقسمتی سے ہمارے ہاں کے تمام اہم شہروں کواپنی لپیٹ میں لے چکی ہے دینی اثرات کومحفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مادی اور صنعتی ترقیات حاصل کرتے ہوئے اس نام نہاد تہذیب اورنئی روشنی سے یہ علاقہ محفوظ رہے، جس نے مسلمانوں کواپنے اقدار سے بیگانہ کر کے ہزاروں معاشی اور سماجی مسائل کھڑے کردئے ہیں مگرافسوس کہ یہ امید پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔مغربی پاکستان کی طرح وہاں بھی آئے دن ثقافت ،کلچر اور ثقافتی طائفوں وغیرہ کے مظاہروں کے ذریعہ دینی گرفت کو کمزور کیا جا رہا ہے، اس کی ایک مثال چٹاگانگ میں ہمارے سامنے آئی کہ قرآن کریم کے نام سے منعقد ہونے والے اجتماع کو مسلم ہال کے اندر انعقاد کی اجازت نہ مل سکی اور منتظمین کو باہرلان میں انتظام کرنا پڑا۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چونکہ کل پرسوں اسی ہال میں چینی طائفہ کے رقص وسرور کا پروگرام ہے اس لئے اس کے اہتمام میں راتوں رات ہال کی آرائش ضروری ہے، جبکہ شہر کے شرفاء نے ان خرافات سے اپنی بے زاری بھی ظاہر کردی تھی۔

ایک اور چیز جو پوری سنجیدگی سے غور وفکر کی مستحق ہے، وہ اس علاقہ میں کمیونزم کے بڑھتے ہوئے اثرات ہیں،کمیونزم کے حق میں بعض عناصر علانیہ جگہ جگہ مظاہرے کرنے سے بھی نہیں جھجکتے۔اس قسم کا ایک

جلوس دیکھنے کا اتفاق چٹا گانگ میں ہوا جو کمیونزم کے حق میں مظاہر کر رہا تھا۔ کمیونزم کا لٹریچر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ جو شہروں اور اسٹیشنوں کے بک سٹالوں پر بافراط نظر آتا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اپنا آئیڈیل ماؤزے تنگ اور کارل مارکس کو بناتا جا رہا ہے جس کی بنیادی وجہ دینی تعلیم سے غفلت اور پھر اب تک اسلام کے عادلانہ معاشی نظام سے گریز کرنا ہے۔ مختلف طبقات کی معاشی مشکلات اور ناقابل برداشت طبقاتی تفاوت کا علاج اسلام ہی میں ہے، مگر جب اذہان اس اٹل سچائی کے بارہ میں اب تک تذبذب اور تشکیک کا شکار ہوں تو اس نسخۂ شفاء کو آزمائیں تو کیسے؟

ملک کی صحافت پر جو بنگلہ اور انگریزی اخبارات چھائے ہوئے ہیں۔ ان کی اکثریت اسلام اور اس کے اساسی نظریات کو اہمیت نہیں دیتی ایک اہم انگریزی اخبار کے ایڈیٹر کے متعلق سُنا کہ وہ اسلام کو صرف دوقومی نظریہ کی کامیابی اور ملک کی تقسیم تک ضروری سمجھتا رہا۔ اب جب ہم ایک قوم ہیں تو اسلام اور دین کی کیا ضرورت ہے؟ ایک دوسرے اخبار کے مدیر اسلامی مضامین کی اشاعت سے اس لئے کنارہ کشی کرتے رہے کہ اس طرح نہ اشتہار ملیں گے اور نہ اونچے طبقہ میں پرچہ مقبول رہ سکے گا، کمیونزم کے توڑ کیلئے ضرورت ہے کہ وہاں کی علاقائی زبانوں میں اور صحافت کے میدان میں اسلامی جذبات کو برقرار رکھنے کی بھرپور سعی کی جائے اس سلسلہ میں علماء پر بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہمیں ملک، قوم اور اپنی اقدار و روایات کی حفاظت محبوب ہے تو ہمیں اوروں کے غیر منصفانہ معاشی نظاموں سے ہٹ کر اسلام کے حصار میں ملک کے تمام طبقوں کو فارغ البالی، اور آرام و راحت کی زندگی مہیا کرنی ہوگی۔ کمیونزم، جبر و استبداد، لوٹ کھسوٹ اور فاقہ کشی سے پھیلتا ہے، جس کا علاج کمیونزم میں نہیں جو بجائے خود ایک مہلک مرض اور ناسور ہے، بلکہ اس کا مداویٰ صرف محمد عربی فداہ ابی و اُمی کے دامن عاطفت میں مل سکتا ہے۔ جس ملک کو خدا نے بے حساب قدرتی وسائل اور مادی نعمتوں سے نوازا ہے ناممکن ہے کہ صحیح منصوبہ بندی کے ہوتے ہوئے کسی باشندے کو فارغ البالی نصیب نہ ہو سکے۔ کمیونزم کے علاوہ دیگر علمی اور فکری فتنے بھی وہاں آ رہے ہیں۔ قادیانیت پوری تیزی سے اپنی جڑیں پھیلا رہی ہے وہاں کے بعض حضرات کے کہنے کے مطابق دیناج پورے سے ۴۰ میل دور بھارتی سرحد کے قریب ان لوگوں نے کسی طریقے سے ۵ گاؤں حاصل کر کے وہاں احمد نگر کے نام سے ایک مرکز بسانا شروع کر دیا ہے۔ پتہ نہیں ہماری نگاہ کیوں اس طرف نہیں جاتی کہ یہ چیز سیاسی نقطۂ نظر سے کتنی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔! کیا ملک کے دونوں حصوں میں ان لوگوں کا سرحدی علاقوں ہی کو خاص نشانہ بنانا کسی خاص سکیم کی غمازی تو نہیں کر رہا؟ عیسائیت مشنریوں کے نام پر

اپنے کام میں مصروف ہے۔ بھارت بھی یقیناً در پردہ شرارتوں سے اُدھار نہیں کھاتا۔ اس ملک کے باشندوں کے دینی احساسات، حب الوطنی اور پھر جغرافیائی نزاکت کے ہوتے ہوئے ان بے احتیاطیوں پر باشعور لوگ خون کے آنسو روتے ہیں۔ یہاں تو ہر اس چیز پر کڑی نگاہ رکھنی تھی جس سے اس ملک کی رائے عامہ پر اسلام کا تسلط کمزور اور مجروح اور لادینی عناصر کو اُبھرنے کا موقعہ مل سکتا ہو۔ مگر۔ ہائے افسوس! کہ جب احساسِ زیاں ہی نہ رہے تو پھر متاعِ کارواں کا خدا ہی محافظ ہے۔

ہماری دلی آرزو ہے کہ ملک کے یہ دونوں حصے اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو کر پھلیں پھولیں اور پوری اتحاد و یگانگت سے اس ملک کی دینی اور مادی تعمیر و استحکام میں دونوں رواں دواں رہیں کہ ہر ایک کی ترقی اور تر و تازگی پر دوسرے کی زندگی کا انحصار ہے۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل سمیع الحق یکم محرم ۱۳۸۸ھ

حضرت نور المشائخ کے فرزند کی دارالعلوم آمد

مارچ: ۷ ذی الحجہ کو افغانستان کے مشہور شیخ طریقت حضرت نور المشائخ کے فرزند اکبر حضرت ضیاء المشائخ فضل عثمان مجددی نقشبندی دارالعلوم تشریف لائے تعطیلات کی وجہ سے تعلیمی نظام کا معائنہ تو نہ کر سکے لیکن دارالعلوم کے انتظامی شعبوں کا معائنہ حضرت شیخ الحدیث والد ماجد کی معیت میں فرمایا، پھر کتاب الاراء میں تاثرات قلمبند فرمائے۔ نماز عصر آپ نے دارالعلوم کی مسجد میں ادا کی۔

برخوردار حامد الحق کا ختنہ

۲۲ مارچ: برخوردار حامد الحق سلمہ کا ختنہ آج بحمدللہ بغیر رسم و رواج کے سادہ طریقے پر کر دیا گیا۔

نوشہرہ کالج میں محفل حسن قرات کی صدارت اور خطاب:

۱۶ ذی الحجہ: شیخ الحدیث والد صاحب نے نوشہرہ کالج میں محفل حسن قرات کی صدارت فرمائی تقریب میں دیگر معززین کے علاوہ ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی جناب سید یوسف علی شاہ صاحب بھی موجود تھے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے صدارتی خطاب میں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کی رہنمائی، علم کی فضیلت اور قرآن کریم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس محفل میں مختلف کالجوں اور سکولوں کے طلباء نے حصہ لیا۔ سکول کے طالب علموں میں دارالعلوم کے شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول کے طالب علم ہدایت الرحمٰن (حضرت شیخ الحدیث کے چچازاد بھائی خلیل الرحمٰن مرحوم کے فرزند اور شیخ الحدیث کی صاحبزادی تاوفات والدین کی خاص خدمت گزار خالدہ بی بی کے شوہر) نے پہلا انعام حاصل کیا۔